عصرِ جاہلی میں فنِ قصہ، وصیت اور سجع کاہن کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical Study to the Art of story, will, and sacerdotal words in the illiterate era

*ڈاکٹر شمس الحسین ظہیر
**شہلا شمس

Abstract

The Arabic literature, from very past, is divided into two basic parts: prose and poetry. It will not be wrong if we say that this partition is found even in the illiteracy era (Jahilliat). The poetry is given more attention to be listened, sung and remembered than prose. Poetry is celebrated as universal genre and prose remained subordinate to it as the focus is on metrical language. Apart from this practiced attitude, some prosaic arts are transferred from generation to generation as the illiteracy era is almost dependent on oral narration. Later on, we see when literature is properly compiled in omade and abases eras, these arts is defined for in order to realize their differences and put them down into their relevant chapters. Amongst these arts, there are three famous interesting arts (will, story and sacerdotal words), which are dealt in this article in a research way; with explanation of its historical background, known authorities and examples. This articles also contains on some prior necessary topics relevant to prosaic literature. The articles is made in descriptive manner in Urdu language. The purpose of the study is to make Urdu literates know the very arts of illiterate era, with hope that this may contribute some new to Urdu speakers' and writers' knowledge.

Keywords: *Arabic literature, illiterate era, prose, three arts, background, examples*

*اسسٹنٹ پروفیسر، مرکز دراساتِ عربیہ واسلامیہ، ویمن یونیورسٹی، صوابی
**یم فل ریسرچ سکالر، مرکز دراساتِ عربیہ واسلامیہ، ویمن یونیورسٹی، صوابی

زمانۂ جاہلیت سے شعراء وادباء، عربی ادب کی تعلیم و تعلم اور حفظ وضبط کو بہت توجہ دیتے آرہے ہیں۔ اگرچہ ماضی میں اس کو کتابت کے فقدان کی وجہ سے مکمل مدون شکل نہیں ملی جب کہ بعد کے ادوار میں فنِ کتابت میں ترقی ہونے سے اِس کی حفاظتی وسائل میں اضافہ بھی ہوااور تدوینی وجدتی رنگ بھی غالب آگیا۔ اسلام کی روشنی چھانے سے پہلے ادبی ورثہ اور لسانی تحفظ کا انحصار زبانی جمع بندی پہ ہوتا تھااور سینہ بہ سینہ نقل ہو کر محفوظ ہوتا تھا۔ کیونکہ اِس دور میں اکثر وہی اخلاق رائج رہے جو ظلم، ناانصافی اور جبر واستیصال کی بنیاد پر قائم تھے اسی لئے اِس دور کو عصرِ جاہلی کے نام سے موسوم کیا گیااور زمانی اعتبار سے اِس دور کا ادب، جاہلی ادب کہلایا جانے لگا۔[1]

تاہم، ادبی حفاظت کے لیے کی گئی یہ کاوشیں لائقِ صد تحسین قرار پائی، کیونکہ یہ صرف ادب برائے ادب کے زمرے میں نہیں آتی بلکہ قرآن وحدیث کے صحیح افہام وتفہیم کے لئے ضروری امر سمجھا گیا۔ سادات صحابہ کرامؓ نے اِس ضرورت کو محسوس کر کے اِس کا اہتمام بھی یہ فرما کر: يا أيها الناس: عليكم بديوانكم لا يضل، قالوا: وما ديواننا ؟ قال: شعر الجاهلية."[2] عربی ادب کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔

آمدِ اسلام سے قبل وبعد کی تقسیم کا لحاظ کر کے عربی ادب کو جاہلی اور اسلامی ادب میں دو حصوں میں بانٹ کر، اِن اقسام کے خواص میں اختلاف کا محرک بنتے ہیں۔ پھر ادب کی بہ اعتبارِ مقاصد وساخت تقسیم نثر وشعر ہر دو میں مزید اقتسام کا سبب بنتا ہے۔[3]

منقول جاہلی ادب کا بڑا حصہ شعر جبکہ تھوڑا سا حصہ نثر پر مشتمل ہے اور ہمارا موضوعِ سخن و تحقیق چونکہ جاہلی ادب میں نثر تک محدود ہے اس لیے موضوعِ تحقیق اور بھی منتصیق ہو کر تقصی کا تقاضا کرتی ہے۔

یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ جاہلی ادب کے منقولہ فنون اپنے متعلقہ ابواب میں تقسیم کے بغیر مجموعی شکل میں بکھرے ملتے ہیں، ایک ہی قصیدے میں حماسہ، زُہد، رندنوشی اور محبوبہ کے ساتھ تلاعب وتحابب کے شعر اکٹھے پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح نثری ادب میں بھی مذکورہ انواعِ ادب جابجا موجود ہیں۔[4]

ابتدا میں چند مباحث کی تحقیق لازمی معلوم ہوتی ہے جیسے نثر کا احاطہ کیا ہے ؟ اِس کے اہداف کیا ہیں ؟ نثر کی کتنی رسد ہم تک پہنچی ہے ؟ اِس کی کیا اہمیت ہے ؟ جاہلی نثر کا کتنا سرمایہ ہمیں پہنچا ہے ؟ اور جاہلی نثر کے میسر شکل میں کون سے فنون مستعمل تھے ؟ ذیل میں اِن مباحث کو تھوڑا اجمال کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ آئندہ مباحث کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

اِس موضوعِ تحقیق کو تین حصوں میں تقسیم کر کے نثر کی تعریف، اِس کی اہمیت واہداف اور نثرِ جاہلی کے تین منتخب فنون بمع نمونہ جات پر بحث ہو گی۔

نثر کا مبدا واشتقاق اور اصطلاحی مفہوم:

لغوی طور پر نثر کا معنیٰ بکھیرنا ہے جیسا کہ صاحبِ لسان العرب ابن منظور افریقیؒ رقم طراز ہیں: نثرک الشئی بیدک ترمي به متفرقا مثل نثرالجوز واللوز.[5] یعنی: منتشر طور پر کسی چیز کو پھینکنا جیسے اخروٹ اور بادام (خوشیوں کے مواقع پر) بکھیر دیے جاتے ہیں۔اِس طرح کہا جاتا ہے: فلان نثر الكلام أي: أكثر الكلام. یعنی: فلاں نے زیادہ باتیں کیں (یعنی باتیں بکھیر دی)۔

عرفِ عام میں نثر، ضدِ نظم مستعمل ہے اور شعر و نظم کو اپنی تسمیاتی ساخت کے طور پر نظم کہا جاتا ہے جو اصل میں اس کا وزن اور تقفیاتی شکل کا تقاضا ہوتا ہے جبکہ نثر ایسا کلام کہلائے گا جو اوزانِ شعریہ اور قافیہ کے قیود سے آزاد ہو۔ چنانچہ نثر کی تعریف کچھ یوں کی جاتی ہے کہ نثر اس کلام کو کہتے ہے جو اوزان اور قافیہ کے ساتھ مربوط نہ ہو۔ جیسے کہا گیا ہے: "النثر: هو ما ليس مرتبطا بوزن ولاقافية"[6]

نثر کی اقسام

نثر کو بنیادی طور پر دو اقسام؛ محادثاتی اور فنی نثر میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم کو ہم اپنی روزمرہ ضروریات پوری کرنے کے لیے گھر، دفتر، بازار اور ملنے جلنے کی دوسرے مقامات میں استعمال کرتے ہیں۔ایسی نثر میں انسان سوچ سمجھ کے بغیر کسی خاص ترتیب کا اعتبار نہ کرتے ہوئے بلا موزونیت و موسیقیت پیش کرتا ہے۔ نہ عقلی و منطقی اصول پیش نظر ہوتے ہیں اور نہ ہی اپنی مطلب بیان کرنے کے لئے منتخب اور چیدہ الفاظ کا انتخاب کرتا ہے بلکہ ایسے موقعوں پر سے موقع و محل کے اعتبار سے جس ترتیب سے خیالات ذہن میں آجاتے ہیں انہیں بیان کرتا جاتا ہے۔اس اندازِ کلام کو عربی میں لغۃ التخاطب یا محادثہ کہتے ہے اور اردو میں اس کو عام بول چال یا غیر فنی نثر کا نام دیا جاتا ہے۔[7]

دوسری قسم میں سادہ اسلوب سے بلند ہو کر فصاحت و بلاغت کو مدِ نظر رکھ ہوئے اپنے خیالات اور اغراض کو بیان کیا جاتا ہے جو انقلاب و ہیجان انگیز جذبات برپا کرنے والے مضامین پر مشتمل ہوتا ہے۔اِس میں اپنے خیالات کو الفاظ کے سمط میں پرونے کے لئے فصیح، خوبصورت اور چیدہ الفاظ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔اسی طرز بیان کو فنی یا ادبی نثر کہا جاتا ہے۔

ادب کا اصل موضوع فنی نثر ہے جبکہ نثر کی پہلی قسم سوائے عام بول چال میں مستعمل امثال اور کہاوتوں کے، ادب کا موضوع نہیں۔ عام بول چال میں چونکہ وہ فنی باریکیاں نہیں ہوتیں جو کسی کلام کو عام سطح سے اٹھا کر مقامِ بلاغت تک پہنچادے، اس لئے نثر کی اِس قسم کو ادب کا درجہ حاصل نہیں۔ جب کسی کلام میں فنی شرائط مفقود ہو، بلند افکار وخیالات سے عاری ہو اور مربوط و منظم سلیقہ سے خوبصورت اور دلکش انداز میں پیش نہ کیا گیا ہو تو عمومی طور پر اِس کو ادب کے زمرے میں شامل نہیں کیا جاتا۔[8]

فنی ادب کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ قسم شعری اوصاف جیسے وزن اور قافیہ سے عاری ہوتا ہے اور خوبصورت و دلکش الفاظ و جملوں، خصوصی قاعدوں وضابطوں اور فن کے متفقہ اصولوں کے مطابق ادا کیا جاتا ہے اور اس میں اثر پذیری کا وہ وصف جو کسی نثر کی ادبیت کے لئے لازمی شرط ہے کامل طور پر موجود ہوتا ہے۔

اگر یہ نثر زبان کی ادائیگی سے تکمیل پاتا ہو تو خطابتِ ادبی اور اگر صریرِ قلم سے تعبیر پائے تو کتابتِ فنی کہلاتا ہے۔

نثر کی اہمیت

کسی زبان کا کلامِ منظوم، طوالتِ زمانہ اور نسلوں کی ایک دوسرے کے بعد آنے کے باوجود زندہ رہتا ہے جو شعر کو نثر پر کچھ فضیلت عطا کرتی ہے دوسری طرف نثر کی بہ نسبت اس نوع کا حافظوں میں دیر تک محفوظ رہنا بھی ایک قوی التفضیل امر ہے۔ تیسری بات شعر کا لغوی تحقیقات کے لئے ایک سند کا درجہ رکھنا اِس کی رعنائی کو دوبالا کرنا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ قرآن پاک کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی تشریح ہر دونوں کے لئے اکثر اشعارِ عرب ہی کا سہارہ لینا پڑتا ہے۔

مذکورہ فضائل کے باوجود، نثر کی اہمیت سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا اور بعض وجوہ کی بناء پر نظم سے نثر کی شرف زیادہ ارفع اور بلند ہو جاتا ہے۔ اِن وجوہ میں سے ایک وجہ شعر کا ایک خاص وزن اور قافیہ تک محدود و مقید ہونا ہے جس کی وجہ سے کبھی کبھی ایک شاعر متروک الفاظ اور فصیح لفظ کو غیر فصیح سے بدلنے کے علاوہ، الفاظ و ترکیب میں تقدیم وتاخیر، ممدود کو مقصور اور مقصور کو ممدود، غیر منصرف کو منصرف اور منصرف کو غیر منصرف جیسے امور کا محتاج ہوتا ہے اور یہ وہی امور ہوتے ہیں جن کا وزنِ شعری تقاضا کرتا ہے۔

شعر میں وزن و لفظ اصل ہوتا ہے اور معانی الفاظ کے تابع ہوتے ہیں جبکہ نثر اِن اُمور کا محتاج نہیں ہوتا، اس میں معانی اصل کا درجہ اور الفاظ ایک تابع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اِس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب بھی کسی نثری کلام کو شعری کلام سے تعبیر کرتے ہیں تو اس کا مرتبہ گھٹ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنی کتاب کو نثری اسلوب میں نازل فرمانا اِس کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے اسلوبِ نظم کی صراحۃً نفی فرمائی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ".[9]

ترجمہ: یہ کسی شاعر کا کلام نہیں لیکن تم بہت کم یقین رکھتے ہو۔

تو اِس کی بارآوری و ثمر بازی اور بھی واضح ہو گئی۔ نثر کی فضیلت کے لیے ایک دلیل، اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ﷺ کو شعر سے محفوظ فرمانا ہے۔[10]

عصرِ جاہلی میں نثر کا وجود

عصرِ جاہلی کا اکثر ادبی ورثہ ہم تک رسائی سے پہلے مرورِ ایام کے ساتھ ضائع ہو چکا اور جو حصہ دستیاب ہے وہ زیادہ تر شعری کلام ہے جو زود حفظ ہے اِس لیے شعر و شاعری، مقفیٰ اور موزون ہونے کی وجہ سے روزِ اول سے لوگوں کی توجہ کا مرکز رہا۔

زمانۂ جاہلیت میں خط و کتابت کا رواج نہ ہونے کے برابر تھا جو نہ تو نثر کی تدوین کا کوئی سامان مہیا کر سکا اور نہ ہی قلب و ذہن میں اشعار کی طرح محفوظ رہا۔ اِن تمام حقائق کے باوجود جو نثری ادب دستیاب ہوا وہ ادبیاتی شہ پارے ہونے کے ساتھ ساتھ تمام ضروریاتِ ادب کا حامل ہے۔

ادباءِ عرب کی معتد بہ جماعت، عصرِ جاہلی میں نثرِ فنی کی وجود کے قائل ہو کر اِس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ جب مذکورہ دور میں شعری سرمایہ پایا جانا ممکن ہوا تو کیوں نہ اس میں نثری ادب کا وجود بھی ہو؟ پھر جو نثر ملا ہے وہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار پہ پورا اترتا ہے۔ عربی نثری ادب اُن ہمسایہ ممالک کی ادبیاتی اطوار و اقدار سے متاثر معلوم ہوتا ہے جن کے ہاں مدون کلام پہلے سے موجود تھا۔ اِن میں سے فارس، ہنود اور مصریوں کا فنی نثر قابلِ ذکر ہے، تو اہلِ عرب جن کو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز تھا، کے ہاں فن و ادب کا وجود کیسے فاقد الوجود ہو گا؟

قرآن کریم کی نزول کے بعد عرب کی فصاحتی حیثیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اُن کو تہدید دینا اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ فن وادب کے دقائق وگہرائی کو سمجھتے تھے ورنہ ان کو چیلنج کرنا چہ معنیٰ دارد؟

نثرِ جاہلی کے منتخب فنون کا تعارفی مطالعہ

عصرِ جاہلی کے دست یاب ادب کے بامِ عروج پر پائی جانے والے فنون کی لمبی فہرست ہے جن میں سے ہم اِس مقالہ میں درجہ ذیل منتخب فنون کا تحقیقی مطالعہ پیش کریں گے تاکہ اردو ادب میں عربی فنونِ ادبیہ سے شناسائی حاصل ہو۔

۱۔ قصہ (کہانی) ۲۔ وصیت (نصیحت) ۳۔ سجع کاہن

۱: قصہ (کہانی)

قصہ گوئی عرب کا ایک محبوب مشغلہ تھا، صحراؤں میں اسی مشغلہ میں اپنے اوقات کو صرف کرتے تھے۔ چاندنی راتوں میں قصہ گوئی کے مجالس قائم کرنا ان کا عام معمول بن گیا تھا، بچے بوڑھے اور جوان یہاں تک کہ عورتیں بھی خیموں کے پیچھے لو لگا کر ان کہانیوں کو سنا کرتے تھے۔ یہ لوگ جاہلیت کی لڑائیوں کے واقعات اور پرانے بادشاہوں کی قصوں سے اپنے محفلوں کو گرم رکھتے تھے۔ ان واقعات میں سے اکثر قصے ابوالفرج اصفہانی نے اپنی مایہ ناز کتاب الاغانی میں بیان کئے ہیں۔[11]

ملکہ زباء کا قصہ

زمانۂ جاہلیت کے عجیب وغریب قصوں میں سے مشت نمونہ از خروار، ایک قصہ جو جذیمہ اور ملکہ زباء سے متعلق ہے ذکر کرتے ہیں۔

ملکہ زباء جس کا نام ہند تھا، شام کے علاقے پر اس کی حکومت تھی، یہ عمرو بن ظرب عملیقی کی بیٹی تھی، اس زمانہ میں جذیمہ ابرش کی عراق پر حکومت تھی اور اس کے اور عمرو کے درمیان لڑائیاں ہوتی رہیں جس کے نتیجے میں زباء کا باپ عمرو مارا گیا اور اس کی مملکت کے اکثر حصوں پر جذیمہ قابض ہوا۔ علامہ جاحظ نے لکھا ہے کہ زباء کا چچا منصور جذیمہ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا اور اس کے بعد زباء حکمران بنی۔ وہ ایک ہوشیار اور چالاک خاتون تھی۔ جذیمہ نے اس کو شادی کا پیغام بھیجا تو اس نے خوشی کے ساتھ قبول کر کے شادی کے لیے بلایا۔ جذیمہ نے اپنے مشیروں کے ساتھ مشورہ کیا، ماسوائے قصیر بن سعد کے سب نے موافقت کی۔ جذیمہ ایک ہزار ساتھیوں سمیت ملکہ زباء کے پاس

چلا گیا، اس نے اپنے ہی محل میں جزیمہ کو قتل کیا اور پھر اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کروایا، ان میں صرف قصیر بچ کر بھاگنے میں کامیاب ہوا۔ اس نے آکر جذیمہ کے بھانجے اور جانصین عمرو بن عدی کو واقعہ کی خبر دی اور پھر ملکہ زباء سے انتقام لینے کا عزم ظاہر کیا، اِس کے لئے قصیر نے اپنی ناک کاٹ دی اور ملکہ زباء کے پاس فریاد لے کر آیا اور الزام عمرو بن عدی پر لگایا۔ ملکہ زباء نے قصیر کی خاطر مدارت کر کے اپنے ہاں ٹھہرایا، پورے ایک سال بعد اس نے ملکہ سے اجازت لی کہ عراق میں میرا بہت سا قیمتی سامان ہے کہ اس کو یہاں لے آؤں۔ ملکہ نے اجازت دے کر ساتھ خطیر رقم حوالہ کر دی اور اپنے لئے مختلف اشیاء لانے کو کہا وہ بہت قیمتی اشیا خرید کر لایا اور اس طرح تین چار مرتبہ زباء کے لئے اس نے یہ خدمت انجام دی، جب زباء کا پورا اعتماد حاصل کر چکا، تو اس مرتبہ سامان لانے کی غرض سے بہت سارا نقدی عراق لے آیا اور سیدھا عمرو بن عدی کے پاس گیا کہ میں نے اپنا کام کر لیا اب تمہاری باری آئی۔ دو ہزار فوجیوں کو ساتھ لے کر ان کو صندوقوں اور جوالیق (اونٹ کے بار) میں بند کر دیا اور اپنے ساتھ روانہ کیا، زباء اس کو سامان تجارت خیال کر رہی تھی، قصیر کے لئے قلعہ کا دروازہ کھول دیا گیا، رات کو اس نے وہ صندوق کھول دئے اور زباء کے محل پر حملہ کر کے زباء کو قتل کر دیا اور اس کے شہر پر قبضہ کیا۔[12]

زمانۂ جاہلیت کی کہانیوں کی تاریخی حیثیت

یہ قصہ اور اِس کے مانند دوسرے قصے ہمیں جاہلی ادب کے ورثہ میں ملتے ہیں، لیکن ان قصوں کے بارے میں تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ قصے تو کچھ نہ کچھ تاریخی حیثیت رکھتے ہے لیکن اُن بادشاہوں کے متعلق صحیح تاریخ کی تعین یا عکاسی نہیں کرتے، بلکہ بیان کرنے والے نے ان میں بہت سے تحریفات کی ہیں، جیسا کہ ملکہ زباء کے قصے میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ اس کے نام تک میں تحریف ہوئی ہے اس کا اصل نام زنوبیا تھا اس کو بدل کر زباء کیا گیا ہے۔ اسی طرح مذکورہ قصے میں فوجیوں کا صندوق اور جوالیق میں قلعہ کے اندر داخل کرانا افسانہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔[13]

۲۔ وصیت (نصیحت)

وصیت کی جمع وصایا آتا ہے۔ عربی زبان میں وصیت ہر تاکیدی حکم کو کہتے ہے اور اس کا اطلاق اُس نصیحت آمیز کلام پر بھی ہوتا ہے جو بوقت سفر، حالتِ مرگ یا کسی اور موقع کی مناسبت سے کی گئی ہو۔ وصیت اور خطبہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ خطبہ ایک اجتماعی عمل ہے جبکہ وصیت کا اِطلاق انفرادی عمل پر ہوتا ہے۔[14]

عصرِ جاہلی کے نثری سرمایہ میں کچھ خاص وصیتیں شامل ہیں جو اُس دور کی عکاسی کرتی ہے۔ ذیل میں دو وصیتیں بطورِ نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

امامہ بنت حارث کی اپنی بیٹی کو وصیت

امامہ بنت الحارث عوف بن ملجم شیبانی کی بیوی تھی، اس کی بیٹی ام ایاس کے حسن وجمال کا خبر کندہ کے امیر حارث بن عمرو کو پہنچا تو ام ایاس کے رشتے کا پیغام بھیجا جس کو انہوں نے قبول کیا۔ جب زفاف یعنی رخصتی کا وقت آیا تو ماں نے اپنی بیٹی ام ایاس کو نئی زندگی کے متعلق درجہ ذیل نصیحت کی:

إن الوصية لو تركت لَفضْلٍ في أدبٍ تركت ذلك منك، ولكنها تنبيهٌ للغافل ومعونةٌ للعاقل. ولو أن امرأةً استغنت عن الزوج لغنى أبَوَيها وشدة حاجتهما إليها كُنتِ أغنى الناس عنه. ولكن للرجال خُلِقنا ولنا خُلِقوا. أي بنيَّة! إنك فارقت الحِواءَ الذي منه خرجتِ، وخلَّفتِ العُشَّ الذي فيه دَرَجتِ إلى وَكْرٍ لم تعرفيه، وقرينٍ لم تألفيه، فأصبحي بملكه إياك عليكِ رقيبا ومليكا، فكوني له أمَةً يكُنْ لك عبداً وشيكا.[15]

ترجمہ: اے میری بیٹی! بے شک اگر زیادہ ادب کی وجہ سے کسی کو نصیحت سے چھوٹ مل جاتی تو تم ہی اِس بات کی مستحق ہوتی لیکن یہ غافل کے لئے یاد دہانی اور عاقل کے لیے معاون ہے۔ اور اگر ایک عورت والدین کی ثروت کی بناء پر شادی سے بے نیاز ہوتی تو تم ہوتی، لیکن خواتین وحضرات ایک دوسرے کے لیے پیدا کئے گئے ہیں۔ اے میری بیٹی! تم اس ماحول سے الگ ہونے والی ہو جس میں تم پیدا ہوئی تھی اور جس گھونسلے میں تم نے آنکھ کھول دی اُسکو چھوڑ کر دوسرے نامانوس گھونسلے کی طرف۔ ایسے ساتھی کی طرف جو تمھارے نگرانی کی ہونے کی وجہ سے تیرا مختار ہوگا۔ تُو اس کی باندی بن وہ تیرا غلام بن جائے گا۔

آگے کہتی ہے:

يا بُنيَّة! احملي عني عشر خصال تكن لك ذُخراً وذِكراً: الصُحبة بالقناعة، والمعاشرة بحُسن السمع والطاعة، والتعاهد لموقع عينيه، والتفقد لموضع أنفه، فلا

تقع عيناه منك على قبيح، ولا يشمُّ منك إلا طيب الريح. والكحل أحسن الحسن الموجود، والماء أطيب الطيب المفقود. والتعاهد لوقت طعامه، والهُدُوُّ عنه حين منامه، فإن حرارة الجوع مَلْهَبة، وتنغيص النوم مغضبة. والاحتفاظ ببيته وماله، والإرعاء على نفسه وحشمه، فإن الاحتفاظ بالمال حُسنُ التقدير، والإرعاء على العيال والحشم حُسنُ التدبير. ولا تُفشي له سراً، ولا تعصي له أمراً، فإنك إن أفشيت سره لم تأمني غدره، وإن عصيت أمره أوغرتِ صدره. ثم اتَّقي مع ذلك الفرح إن كان تَرِحاً، والاكتئاب عنده إن كان فرحاً، فإن الخصلة الأولى من التقصير، والثانية من التكدير. وكوني أشدَّ ما تكونين له إعظاماً أشدَّ ما يكونُ لك إكراماً، وأشد ما تكونين له موافقة أطول ما يكون لك مُرافقة. واعلمي أنَّكِ لا تصلين إلى ما تُحبين حتى تؤثري رضاه على رضاك، وهواه على هواك فيما أحببت وكرهت. والله جلّ وعزَّ بخير لك.[16]

ترجمہ: اے میری بیٹی! تم بطورِ ذخیرہ اور یاد دہانی کے مجھ سے دس نصیحتیں محفوظ رکھ لو تمھیں بہت فائدہ دے گی۔ شوہر کے گھر قناعت کی زندگی گزارنا۔ اس کی بات توجہ سے سنتے رہنا۔ اس کی عزت و نگاہ کا خیال رکھنا، سو اسکی آنکھ تمہاری کسی عیب پر نہ پڑے اور وہ تم سے ماسوائے خوشبو کے کوئی چیز نہ سونگھے۔ سرمہ لگانا سب سے بڑھ کر حسن ہے اور جس کے پاس عطر کی خوشبو موجود نہ ہو پانی اُس کا خوشبو ہے۔ اس کے کھانے کے وقت کا خیال رکھنا اور اس کو نیند کے وقت سکون فراہم کرنا اسلئے کہ بھوک کی بھڑاس شعلے کی مانند ہے اور نیند کی کمی غصہ چڑھاتا ہے۔ اس کے گھر و مال کی حفاظت کرنا؛ اس کی ذات، نوکر اور اہل و عیال کا خیال رکھنا اس لئے کہ مال کی حفاظت اچھا انتظام ہے اور اہل و عیال کی رعایت حسن تدبیر۔ اُس کے راز کو فاش نہ کرنا اور نہ اس کے حکم کی نافرمانی کرنا اگر تو نے اس کے راز کو فاش کیا تو اس کے دھوکے سے محفوظ نہیں رہو گی اور اس کی نافرمانی کرو گی تو تُو نے اس کے سینے کو غصہ سے بھر دیا۔ پھر جب وہ غمگیں ہو تو اس کے سامنے خوشی ظاہر نہ کرو اور نہ اس کی خوشی کے وقت کسی غم کا اظہار کر، اس لئے کہ پہلی خصلت اس کے حق میں کوتاہی جب کہ دوسری اُس کے دل کو مکدر کرنے والی ہے۔ تو اس کی زیادہ تعظیم کرنے والی

بن، تو وہ تیرا بہت عزت واکرام کرے گا۔ تُو اس کی موافقت اختیار کر تو وہ عمر بھر تیرا رفیق رہے گا۔ یہ بات جان لو کہ شوہر کے ہاں اپنی چاہت کو اُس وقت تک حاصل نہ کر سکو گی جب تک تُو اپنی رضا پر اس کی رضا کو ترجیح نہ دو۔ اپنی پسند اور ناپسند میں اپنی خواہش کو اُس کی خواہش پر مقدم نہ کرو۔ اللہ تیرا بھلا کرے۔

پس وہ لڑکی رخصت ہو کر شوہر کے حوالہ ہوئی۔ شوہر کی نگاہ میں اس نے بڑا مقام حاصل کیا اور اس سے سات بچے جنے جو سب کے سب اپنے باپ کے بعد یمن کے حکمران رہے۔

ذوالاصبع العدوانی کی نصیحت

عرب میں دورِ حاضر کی طرح وصیت کرنے کا رواج تھا۔ ایسے ہی عرب کا ایک ہوشیار شخص ذوالاصبع العدوانی اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے:

يا بنيّ إن أباك قد فني وهو حيّ، وعاش حتى سئم العيش، وإني موصيك ما إن حفظته بلغت في قومك ما بلغتُه، فاحفظ عني: أَلِن جانبك لقومك يحبّوك، وتواضع لهم يرفعوك، وابسط لهم وجهك يطيعوك، ولا تستأثر عنهم حتى يسوّدوك، وأكرم صغارهم كما تكرم كبارهم يكبر على مودّتك صغارهم، واسمح بمالك واحم حريمك، وأعزز جارك، وأعن من استعان بك، وأكرم ضيفك، وأسرع النهضة في الصريخ فإن لك أجلا لا يعدوك، وصنْ وجهك عن مسألة أحد شيئا يتمّ سؤددك.[17]

ترجمہ: اے میرے بیٹے! بے شک تیرا باپ جیتے جیتے زندگی سے اُکتا گیا یہاں تک فنا ہونے لگا۔ میں تمہیں چند چیزوں کی نصیحت کرتا ہوں اگر تم اسے یاد رکھو تو اپنی قوم میں اس مرتبہ کو پالو گے جو میں پا گیا ہوں۔ یہ نصیحت محفوظ رکھ:

اپنی قوم کے لئے نرم گوشہ رکھ، وہ تیرے ساتھ محبت کرنے لگیں گے۔ اُن کے ساتھ انکساری سے پیش آنا وہ تجھے اونچا مقام دیں گے۔ ان کے لئے پیشانی کشادہ رکھ وہ تمہارے فرمان بردار بنیں گے۔ کسی چیز میں اپنے آپ کو اُن پر ترجیح مت دو وہ تمہیں سردار بنادیں گے۔ تم ان کے بڑوں کی عزت کی طرح ان کے چھوٹوں پر شفقت کرو، تو اُن کے چھوٹے بھی تیری محبت میں بڑھے ہو جائیں گے۔ اپنا مال خرچ کرو۔ اپنی اور پڑوسیوں کی عزت کا خیال رکھو۔ جو تم سے مدد طلب کرے، اُن کی مدد کرو۔ اپنے مہمان کا اکرام کرو اور

کسی چیخ وپکار پر جلدی سے اٹھو۔ بے شک تمہارے موت کے لئے ایک وقت مقرر ہے جس سے تم بچ نہیں سکتے اور اپنے چہرے کو کسی سے کچھ مانگنے سے بچائے رکھ، اِسی سے تمہاری سرداری برقرار ہے گی۔

۳: سجع الکاہن

زمانۂ جاہلیت میں کچھ لوگ غیب کی خبریں جاننے کا دعوی کرتے تھے اور مختلف مسائل میں دوسرے لوگ اُن کے پاس جاتے تھے۔ یہ جنات اور شیاطین کے واسطے اُن بعض غیبی امور کا خبر دیتے جو وہ آسمانی اخبار سے چرا لیتے۔ ایسے لوگ کاہن کہلاتے تھے۔ کاہنوں کو ایک دینی سیادت حاصل تھی، لوگ ان سے اپنے خوابوں کی تعبیر بھی پوچھتے تھے۔

یہ لوگ اپنے کلام میں مسجع الفاظ استعمال کرتے اور ایسا پُر تکلف کلام بناتے کہ اُس میں غایت درجہ کا اِبہام واغماض ہوتا تھا، اس طرح کلام سے مقصود ان کا لوگوں کو یہ تاثیر دینا تھا کہ ہم پر نہایت عجیب وغریب اخبار کا اِلقاء ہوتا ہے۔ ان کاہنوں کے اس طرح مسجع کلام کو سجع الکھان کہا جاتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں کہانت کا فن صرف مردوں تک خاص نہ تھا بلکہ عورتوں میں سے بھی بعض کاہن ہوتی۔ اِس عصر کے مشہور کاہنوں میں سے شق انمار، سطیح الذ ئبی، مامور الحارثی اور عزی سلمہ جب کہ عورتوں میں یمن کی طریفہ، مکہ کی فاطمہ خشعمیہ اور زرقاءبنت زہیر کے نام یاد کئے جاتے ہیں۔

ذیل میں بطور نمونہ کے زبراء کاہنہ کے مسجع الفاظ نقل کئے جاتے ہیں جن میں اس نے اپنی قوم کو حملہ آور کے شر سے ڈرایا تھا۔

"واللوح الخافق والليل الغاسق، والصبح الشارق، والنجم الطارق، والمزن الوادق، إن شجر الوادي ليأدوا ختلًا، ويحرق أنيابًا عصلا، وإن صخر الطود لينذر ثكلًا، ولا تجدون عنه معلًا." [18]

ترجمہ: نرم ہوا، تاریک رات، نکھرتا صبح، رات کو چمکے تارے، برستے بادل، وادی کے پُر سحر درخت، مضبوط ڈاڑھوں کو جلانے والے اور ٹیلے کے ڈراونے پتھر سے تمھیں پناہ نہیں ملے گی۔

سجع الکاہن کی اِس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس طرح کے پُر تکلف سجع کا اہتمام کرتے، چھوٹے چھوٹے غیر واضح المعنٰی جملوں کا انتخاب کرتے اور ایسے الفاظ لاتے جس کی حقیقت کا ادراک لوگ نہ کر سکے

تاکہ ان کے ذہن مقصود کے فہم میں حیران رہے۔اس طرح وہ لوگوں کو یاد کراتے کہ ان پر جنات وشیاطین کی طرف سے غیبی القاء ہوتا ہے۔

خلاصہ بحث

مقالہ مذکورہ میں جاہلی نثر کے جو نمونے ہم پیش کر کے آئے،ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عصرِ جاہلی میں نثر کے مختلف انواع وفنون پائے جاتے تھے جو ادبی نثر کے تقریباتمام خصوصیات کے حامل ہیں۔ان ادبی فنون کا لوگوں کے نفوس پر کافی اثر رہا جو شعر کے اثر کسی قدر کم نہ تھا۔مقالہ میں جن فنونِ ادب کا جائزہ لیا گیا ہے اِن میں کچھ طویل جب کہ بعض مختصر ہیں؛ وصیت و قصہ میں طوالت اور سجع الکاہن میں اختصار اپنے موضوعی اعتبار سے احوال کے مناسب ہے۔اول الذکر میں چونکہ خیر خواہی مطلوب ومقصود ہوتی ہے اِس لیے طوالت کا تقاضا کرتی ہے اور قصہ تو چند باتیں بیان کرنے کا نام نہیں تبھی یہ امتداد کی محتاج ہے جب کہ کاہن لوگ اپنی مدعیٰ کے عدمِ اظہار کی بناء پر، پُر تکلف اور پیچیدہ عبارات کا انتخاب کرتے تھے۔کاہن مسجع الفاظ بول کر اپنی دھاک بٹھانے کے لیے فخیم وشہیم الفاظ کے ساتھ اِس فن کو مزین کر کے خوب داد حاصل کرتے۔بہر حال عصرِ جاہلی اپنی نثری ادبی تمول کے اعتبار سے کچھ زرخیز، مردم خیز اور ثمر آور واقع ہوئی ہے اور یہی فنون بعد کے ادوار میں ترقی کر کے بارآور بن کر حدائق الآداب کا روپ دھار گئی۔

Refrences

[1]Amalī,Abū alī al-qālī,dār al kutub al miṣriah,Adition2,1926,vol1,pg:107,Al bayān wa al tibyān,al Jahiẓ,dār wa maktaba al hilal,Beirut,1432h

[2] Al tafsīr albasīt,Abū al Ḥasan Shaf'ī´ nishāpūrī,Vol1,Pg: 324

[3] Al 'iqd al farīd,Aḥmad bin Muḥammad bin Abd rabihi al undulusī,Vol1,Pg:4,Maktaba al m'ārif Riadh

[4]Sharh al qasāid al sab'a al tiwāl al jahiliāt,abū bakar al anbārī,'Abd al salām Muḥammad Hārūn, Pg: 351,Dār M'ārif,Adition5th

[5] Lisān al 'arab,Jamāl al dīn ibn manzūr al Ifriqī,Vol5,Pg:191,Dār ṣadir,Beirut

[6] Jawāhir al adab fī adbiāt wa insha lughat al 'arab,Aḥmad bin Ibrahīm al hāshimī,vol 2, Pg: 16,Maktaba al qabariat al kubrā

[7] Al fan wa mazahibuhu fi al nasar al Arabia,ahmad shoqi zif,dar al marif,adition 12, pg:8

[8] Abid:Vol1, Pg:15

[9]Al haqa 69:41

[10] Yasin 36:69

[11] Al fan wa mazāhibuhu fi nasr al arabī,Dr shoqī zaif,dar al m'ārif al Qāhira,Pg:16

[12] Tarikh al arab qabl al islam,jawad Ali,Dar al nafais ,adition 1953,Vol 3,pg:99

[13]Al fan wa mazahibuhu fi al nasar al Arabi pg:17

[14] Fath al bāri sharḥ Sahih al bukhari,ibn hajar al asqalani,dar al marifa,Beirut vol 5,pg:356

[15] Al fakhir,mufazal bin salama,abd al azim al tahavi,dar ahya al kutub al Arabia,170h,pg:186

[16] Abid:vol1,pg:586

[17] Al taẓkirah al ḥamdonia,ibn ḥamdon al Baghdādī,dar ṣādir,Beirut Labnan1417h,vol 2,pg:40

[18] Fī tarikh al adab al arabi,ali al jundī,maktaba dār al turath,adition 1st 1991,pg:7